مولانا اکرام اللہ جان قاسمی

عدم برداشت کا ابھرتا ہوا رجحان اور تعلیمات نبویؐ

عدم برداشت کا مفہوم :

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش میں انسان کو جن عناصر اربعہ سے تشکیل دیا تھا ان میں سے ایک سورج کی تپش تھی اسی تپش اور گرمی نے انسان کی طبیعت میں حرارت اور غضب کا روپ دھار لیا اور یوں یہ فطر تاہر انسان میں موجود ہے۔

اگرچہ تمام انسانوں کی فطرت یکساں نہیں ہے اور اس لئے اختلاف طبائع کی وجہ سے اخلاقی استعدادیں اور نفسانی قوتیں یکساں نہیں ہیں بلکہ انسانوں میں سے بعض کمزور و پست ہمت ہیں تو کوئی قوی اور بلند حوصلہ' کوئی خاکسار اور متواضع ہیں تو کوئی مغرور اور خود دار 'کوئی ڈرپوک اور بزدل ہیں تو کوئی نڈر اور بہادر 'کوئی بردبار اور متحمل مزاج ہیں تو کوئی غصیلے اور غضبناک' تاہم غصہ اور غضب کا عنصر باوجود کمی بیشی کے ہر انسان میں موجود ہے۔

غضب کیا ہے ؟ یہ نفس اور طبیعت کے خلاف امور سامنے آنے پر مزاج میں غصہ اور ناپسندیدگی کے آثار پیدا ہونے 'ان نامناسب امور کو ختم کرنے کے درپے ہونے اور ان کی مضرت سے اپنی مدافعت کرنے کا نام ہے۔ قوت غضب کے کمی وبیشی کے لحاظ سے دو مراتب ہیں ایک وہ ہے جو قابو میں رہے اور دوسرے وہ ہے جو قابو سے باہر ہو جائے اس دوسری قسم کو عدم برداشت کا نام دیا جاتا ہے۔

عدم برداشت کا قومی رجحان :

کسی ملک کے باسیوں کے لئے قومی سطح پر یعنی ایک ہی ملک میں رہتے ہوئے بعض امور ناقابل برداشت ہوتے ہیں اور باوجودیکہ ان کا قومی وملی مفاد و نقصان مشترکہ ہوتا ہے پھر بھی بعض اوقات ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار نظر آتے ہیں اس کے کئی اسباب ہوتے ہیں کبھی مختلف زبانوں والے اس دنگل میں آکودپڑتے ہیں مثلاً پٹھان' پنجابی' سندھی اور بلوچی وغیرہ کہ ہر کوئی اپنی زبان پر فخر کرتا ہے اور دوسری زبان والوں کو پست اور

نیچی نگاہ سے دیکھتا ہے حالانکہ زبان تو محض اظہار خیال کا ذریعہ ہے اور عزت وشرافت کا اصل معیار انسان کا ذاتی بلند کردار اور اعلیٰ افعال واعمال ہیں۔

قومی سطح پر عدم برداشت کا سبب کبھی قوم قبیلے بنتے ہیں یہاں بھی نسبی تفاخر اور قومی تعصب کارفرما ہوتا ہے بے جا طور پر اپنے قوم قبیلے کو اونچا خیال کرنا اور دوسروں کو قومیت کی بنیاد پر ذلیل سمجھنا اس لحاظ سے بھی خلاف عقل ہے کہ کسی انسان کا کسی قوم یا قبیلہ میں پیدا ہونا اس کے حق میں غیر اختیاری چیز ہے اگر اللہ چاہتا تو اسے اس سے کم حیثیت والے قوم قبیلہ میں پیدا کرتا تو پھر کیا وہ ماتم کرتا اور اپنا سر منہ پیٹتا؟

عدم برداشت کے اسباب کبھی فروعی مذہبی مسائل اور مسلکی گروہ بندیاں بنتی ہیں لیکن مذہبی زعماً اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دین اسلام کے اصول ومبادی ایک ہی ہیں جن پر سب متفق اور متحد ہیں اور ان میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے رہے فروعی اور جزوی مسائل تو ان میں اختلاف کرنا کوئی ایسی بات نہیں جو ایک انسان کو مذہب سے نکال کر کافر ٹھہرادے اس قسم کے اختلافات تو صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی موجود تھے پھر بھی ان حضرات کا اتفاق واتحاد ضرب المثل تھا لہذا کیا یہ ممکن نہیں کہ ان حضرات کی پیروی میں فروعی اختلافات کے باوجود تمام مسلمان جسد واحد کی طرح متحد ہوں؟

اس طرح عدم برداشت کے مظاہر کبھی صوبائی عصبیت کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ کہتے ہیں" ہمارا تعلق فلاں صوبے کے ساتھ ہے اور ہم ایسے ایسے ہیں" حقیقت کی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھتا کہ کس کا تعلق کسی بھی صوبہ کے ساتھ ہو' سب ایک ہی ملک کے باسی ہیں اور سب ایک ہی جسم کے مختلف اعضاء کی مانند ہیں' اگر کسی جسم کی آنکھ فخر کرنا شروع کردے کہ میرا مقام سر میں ہے اور میرا یہ یہ کردار ہے جو کسی دوسرے عضو کا نہیں تو کیا یہ عقلمندی کی بات ہے؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ ہر عضو کا اپنا اپنا کردار ہے اور سب کا نفع ونقصان مشترک ہے تاہم یہ حقیقت بجائے خود قائم ہے کہ قومی سطح پر صوبائی عصبیت کو ہوا دینے والے اسباب کبھی ارباب حل وعقد کے روا کردہ ظالمانہ امور ہوتے ہیں کہ ایک صوبہ کے حقوق غصب کرکے دوسرے صوبہ کو دے دیتے ہیں اور کسی ایک صوبہ کو قصداً عمداً پست رکھتے ہیں ایسی صورت میں ضروری ہے کہ ملک کے ارباب بست وکشاد عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں اور وہ تمام رعایا اور ملک کے تمام حصوں کو ایک ہی نظر سے دیکھیں۔

عدم برداشت کا بین الاقوامی رجحان:

عدم برداشت کے بعض مظاہر عالمی سطح پر سامنے آتے ہیں جن کی وجہ سے ایک ملک دوسرے ملک کے خلاف یا کئی ممالک دوسرے کئی ممالک کے خلاف صف آرا ہو جاتے ہیں اس کے بھی کئی وجوہات واسباب

ہوتے ہیں۔ کبھی تو مذہبی چپقلش اس سلسلے میں عدم برداشت کا ذریعہ بنتی ہے اور ہم عملاً دیکھتے ہیں کہ اگر ایک ملک توحید کا پرستار ہے اور دوسرا شرک کا دلدادہ ہے تو عموماً عقیدہ کی بنیاد پر ان کے آپس میں یا تو لڑائیاں ہوتی ہیں یا ایک دوسرے کے خلاف ایسے افعال واطوار اپناتے ہیں جس سے عدم برداشت کے رجحان کو ہوا ملتی ہے۔

ممالک کے درمیان عدم برداشت کا ایک ذریعہ سیاسی تعلقات کی عدم استواری ہوتی ہے اس سلسلے میں کبھی تو کسی ملک کی خارجہ پالیسی کے خدوخال ہی دوسرے ملک کی دشمنی اور رقابت پر مبنی ہوتے ہیں کبھی ماضی کے جنگ و جدل والے واقعات اور تعلقات کی سابقہ عدم استواری اس کا سبب بنتی ہے اور کبھی جدید جغرافیائی حالات اور ایک ملک کے توسیعی عزائم ان مخالف جذبات کو ہوا دیتے ہیں۔

موجودہ دور میں جبکہ کامیابی اور عزت کی معراج صرف مال و دولت کو سمجھا جانے لگا ہے مالی اور تجارتی برتری اور اس میں ایک دوسرے سے سبقت کی بازی لے جانے کی کوشش عالمی سطح پر عدم برداشت کا ذریعہ بنتی جا رہی ہے اس چیز نے پوری دنیا کو تین طبقوں میں تقسیم کر دیا ہے یعنی ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ممالک اور پسماندہ ممالک۔

ترقی یافتہ ممالک کا کردار زمین پر فرعون کے کردار سے کسی طرح کم نہیں۔ ترقی پذیر ممالک ترقی یافتہ بننے کی کوشش میں دن رات سرگرداں اور ہر جائز و ناجائز وسائل کو بروئے کار لانے میں مصروف ہیں۔ باقی رہے پسماندہ ممالک تو ذلت و پستی ان کا مقدر بن چکی ہے چاہے تو کوئی ایک ڈبل روٹی دے کر ان کا مذہب خرید لے اور چاہے تو دو چار روپے میں ان کی عزت و آبرو برباد کر دے۔ اس طبقاتی کشمکش نے نازک صورت حال اختیار کر لی ہے اور اس کی وجہ سے عالمی سطح پر عدم برداشت کے کئی مظاہر سامنے آ رہے ہیں۔

عدم برداشت کے عمومی اسباب و محرکات:

قومی و بین الاقوامی عنوان کے تحت عدم برداشت کے رجحان کے بعض اسباب کا تذکرہ ہو چکا مگر یہ جاننا ضروری ہے کہ عمومی اور انفرادی طور پر وہ کون سے اسباب اور محرکات ہیں جن کے وجود میں آنے سے ایک انسان عدم برداشت کا شکار ہو جاتا ہے اور کبھی نہ صرف یہ کہ اپنے حق یا اپنی عزت کے تحفظ کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات انصاف و عدالت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر ظلم و بربریت پر آمادہ ہو جاتا ہے یہ اسباب و محرکات اجمالاً مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) خلاف فطرت و خلافِ طبیعت امور:

انسان کی فطرت ہے کہ جب فطرت و طبیعت کے موافق کسی امر کو کرتا ہوا پاتا ہے تو اس کی طبیعت خوش ہو جاتی ہے اور جب کوئی کام فطرت کے منافی دیکھتا ہے تو ناراض ہو جاتا ہے پھر خلاف طبیعت کام کبھی تو

معمولی نوعیت کا ہوتا ہے اور کبھی برداشت سے باہر ہوتا ہے جسے انسان دیکھ کر عدم برداشت کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۲) عزت نفس کی مجروحی :

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اسے عزت و شرافت دی ہے جب کوئی انسان اپنی عزت کو پامال ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس سے یہ صورت حال برداشت نہیں ہوتی اور وہ عدم برداشت کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۳) غصب حقوق :

انسان فطری لحاظ سے کمزور پیدا کیا گیا ہے اور اس کمزوری کی بنا پر ہر انسان دوسرے کے تعاون کا محتاج ہوتا ہے یہی تعاون ہر انسان کا حق بنتا ہے جس کی ادائیگی کا دوسرا انسان مکلّف ہے جب کوئی انسان دیکھتا ہے کہ اس کے حق کو غصب کیا جارہا ہے تو یہ حالت اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔

(۴) خیانت اور بددیانتی :

خیانت اور بددیانتی برے اوصاف ہیں اور انسان کی طبیعت اسے ناپسند کرتی ہے جب کسی انسان کے ساتھ خیانت کی جائے اور بددیانتی سے کام لیا جائے تو وہ اسے برداشت نہیں کر سکتا اور یہ چیز عدم برداشت کا محرک بن جاتی ہے۔

(۵) غداری اور دغابازی :

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اسکے ساتھ صاف صاف معاملہ کیا جائے اور فریب ' دھوکہ دہی اور غداری و دغابازی سے بچا جائے۔ جب کسی انسان کے ساتھ کسی دوسرے شخص کی طرف سے یہ مکروہ صورت حال پیش آتی ہے تو وہ اسے برداشت نہیں کر سکتا اور بعض اوقات اپنے آپے سے نکل کر عدم برداشت کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۶) ظلم اور بربریت :

ہر انسان عدالت و انصاف کا خواہاں اور ظلم و بربریت سے گریزاں رہتا ہے اگر کہیں کسی انسان پر ظلم ہوتا ہے اور بربریت کا شکار ہوتا ہے تو یہ صورتِ حال اس سے کسی طرح برداشت نہیں ہوتی اور وہ اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہوا آمادہ پیکار بن جاتا ہے۔

(۷) بغض و عداوت :

ہر انسان دوسرے انسان کی دوستی چاہتا ہے اور خواہاں رہتا ہے کہ دوسروں کے دل میں اس کے لئے اچھے جذبات قائم ہوں لیکن اگر کوئی شخص کہیں اس کے خلاف دل میں کدورت رکھتا ہے اور دشمنی پر اتر آتا ہے تو

جواباً یہ بھی اس شخص کے لئے عداوت پر مبنی جذبات کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۸) غیبت اور چغل خوری :

ہر انسان میں کمزوریاں ہوتی ہیں اور ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کی کمزوریوں پر پردہ پڑا رہے جب کوئی انسان ان کمزوریوں کو دوسروں تک منتقل کرتا ہے تو یہ امر غیبت اور چغل خوری کی صورت اختیار کرتا ہے اور انسان کی قوت غضب کو للکارتا ہے۔

(۹) بہتان طرازی :

بعض اوقات کسی انسان پر ناکردہ گناہ کی صورت میں بھی باتیں بنتی ہیں اور دوسروں تک منتقل ہوتی ہیں جب متعلقہ شخص کو علم ہوتا ہے تو سخت ناراض اور سیخ پا ہوتا ہے یوں یہ صورت حال عدم برداشت کا سبب بنتی ہے۔

(۱۰) جھوٹ :

جھوٹ ایک انتہائی برا وصف ہے اور یہ قول کے علاوہ انسان کے عمل و کردار کو شامل ہے یہاں تک کہ ہر خلاف حقیقت چیز جھوٹ کے زمرہ میں آتی ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی جھوٹا معاملہ نہ کیا جائے لیکن اگر کہیں ایسی صورت حال پیش آتی ہے کہ کوئی انسان جھوٹ کا شکار بنتا ہے تو اس سے یہ حالت کسی طور پر برداشت نہیں ہوتی۔

(۱۱) وعدہ خلافی :

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ جو وعدہ کیا جائے وہ بروقت اور صحیح طریقہ پر پورا ہو اگر کہیں وعدہ خلافی کی صورت بنتی ہے تو یہ انسان کے عدم برداشت کا ذریعہ بنتی ہے۔

(۱۲) بے حیائی :

شرم و حیا ایک عمدہ وصف ہے اور ہر ذی شعور و باعزت انسان کا لباس ہے اگر کوئی انسان اس لباس کو اترتا ہوا دیکھتا ہے تو سیخ پا ہوتا ہے اور اس سے یہ صورت حال برداشت نہیں ہوتی۔

(۱۳) فحش گوئی :

خوش گفتاری انسان کا زیور ہے اور بد گفتاری بد اخلاقی کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا کے بیشتر لڑائی جھگڑے بد گفتاری کے باعث چھڑتے ہیں جب کسی انسان کے سامنے گندی اور غلیظ زبان استعمال ہوتی ہے تو وہ غیظ و غضب میں آکر عدم برداشت کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۱۴) دو رخاپن :

دو رخاپن منافقت کا دوسرا نام ہے اگر کوئی شخص کسی کے سامنے اس کی اچھائی اور دوسرے کی برائی بیان کرتا ہے اور پھر دوسرے کے پاس جاکر اس کی اچھائی اور پہلے والے شخص کی برائی بیان کرتا ہے تو یہ دو رخاپن ہے اور صاف طبیعت کا مالک ایسے انسان کو سخت ناپسند کرتا ہے بعض اوقات یہ صورت حال عدم برداشت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔

(۱۵) بد گمانی:

بد گمانی، سُوءِ ظن اور تجسّس بری صفات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ بعض اوقات بد گمانی خواہ مخواہ الزام تراشی اور بہتان طرازی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور ایسے جذبات ابھر آتے ہیں جو برداشت سے باہر ہوتے ہیں۔

تحمل اور برداشت کے بارے میں اسلام کے حکیمانہ اصول

غصہ و غضب ایک انسانی فطری چیز ہے اس کے بارے میں اسلام کا پہلا اصول یہ ہے کہ اس عنصر کو انسانی طبیعت سے بالکل ختم کرنا نہیں چاہیے بلکہ اسے قابو میں رکھ کر عقل کے ماتحت رکھنا چاہیے کیونکہ قوت غضب اگر افراط و تفریط سے پاک ہو اور عقل کے قابو میں ہو تو اس کا نام شجاعت ہے اور یہ دلیری، آزادی، حق گوئی، بلند ہمتی، بردباری، استقلال، وقار، صبر و سکون، جہد مسلسل اور جہاد وغیرہ کی صورتوں میں مختلف روپ دھارتی ہے اور اگر یہی قوت حد اعتدال سے زیادہ ہو جاتی ہے تو اس سے غرور و نخوت، خود پرستی، تکبر، تحقیر، ظلم اور غارتگری کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہی قوت اگر کم ہو کر کمزور پڑ جاتی ہے تو اس سے ذلت و پستی، کم حوصلگی، خوف اور دناءت کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس عنصر کو بالکل ختم کرنے کی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ دبانے اور قابو میں رکھنے کی تاکید کی ہے چنانچہ قرآن کریم نے الکاظمین الغیظ کہہ کر غصہ پی جانے والوں کی تعریف کی ہے۔ الفاقدین الغیظ (غصہ ختم کرنے والوں) کی تعریف نہیں کی۔ اس طرح بعض مقامات پر غصہ مطلوب و محمود ہوتا ہے چنانچہ مسلمانوں کی تعریف جہاں رحماء بینهم سے کی ہے وہاں اسدأ علی الکفار بھی قابل تعریف چیز گردانی گئی ہے اور جہاں اذلة علی المومنین کہہ دیا ہے وہاں اعزه علی الکافرین بھی اچھی صفت بتائی گئی ہے۔ یہاں تک کہ خدا کے دین کے معاملہ میں خالص سخت گیری کو واشدهم فی امر الله عمر کہہ کر طرہ امتیاز بتایا گیا ہے۔

اسلام سے قبل مذاہب میں قوت غضب کو انسانی طبیعت سے بالکل محو کرنا ایک ضروری اخلاقی قدر خیال کیا جاتا تھا بلکہ مذہب کی پوری چکی اس کے گرد گھومتی تھی مثلاً بدھ مت اور عیسائیت اس سلسلے میں آگے

نظر آتے ہیں چنانچہ انجیل متی میں ہے :

"میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مار دے تو دوسرا بھی اس کے طرف پھیر دے۔ (۱)

اس میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ اپنا بدلہ نہ لینا چاہیے مگر آگے مارنے والے کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے عیسائیت اپنی تمام تر اخلاقی تعلیمات کے ساتھ اس بارے میں خاموش ہے۔ اسلام نے اپنی ذات کے معاملہ میں بدلہ لینے کا اصول بتاتے ہوئے اس سے کہیں بڑھ کر تعلیم دی ہے اور بتایا کہ جس نے تیرے ساتھ برائی کی تو جواب میں اس کے ساتھ اچھائی کر إدفع باللتی هی احسن اور فرمایا أحسن الی من اساء الیك۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جہاں اپنی ذات کا تعلق ہو زیادتی کرنے والے کو نہ صرف معاف کرنا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ اچھائی سے پیش آنا چاہیے البتہ جہاں دین اور خدا اور رسول کا معاملہ ہو وہاں غصہ و سخت گیری مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔

عدم برداشت کا رجحان اور تعلیمات نبویؐ :

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کو حسن اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز فرمایا تھا قرآن پاک میں ارشاد ہے وانك لعلی خلق عظیم (۲) اور اس لئے مسلمانوں کو آپؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ (۳) بے شک تمہارے لئے رسول اکرمؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ چنانچہ جب ہم رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اشاعتِ دین کے سلسلہ میں مصائب و تکالیف سے پر نظر آتی ہے۔ قریش مکہ نے آپ کو ستایا گالیاں دیں، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسم اطہر پر نجاستیں گرائیں، جادوگر، مجنون، اور نہ جانے کیا کیا نام دیئے اور قتل کے منصوبے بنائے مگر تاریخ شاہد ہے کہ آپؐ نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ (۴)

عفو و درگزر دراصل اس وقت صحیح معانی ہے جب دشمن گرفت میں ہو اور وہ بے بس و مجبور ہو، فتح مکہ کے بعد کفار و مشرکین کا خیال تھا کہ اب ہم میں سے کسی کی خیر نہیں اس لئے کہ وہ کون سی کسر تھی جو انہوں نے رسول اکرمؐ کو تکلیفیں دینے میں روا نہیں رکھی تھی مگر رسول اکرمؐ نے اعلان فرمایا لاتثریب علیکم الیوم۔ ادهبوا فانتم الطلقأ (۵) آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ آپؐ کے چہیتے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی بن حرب فتح مکہ کے بعد طائف بھاگ گیا مگر جب اہل طائف نے بھی اسلام قبول کیا تو وحشی کے لئے جائے پناہ نہیں رہی اور جب مجبور اُ دربارِ نبوت میں اسلام لانے کی غرض سے حاضر ہوا تو حضورؐ

نے اس کا اسلام لانا قبول فرما کر سب کچھ معاف فرمادیا(۱۶)ابو سفیان کی بیوی ھند اسلام لانے سے قبل سخت ترین دشمنِ اسلام تھی اسی نے حضرت حمزہؓ کو شہید کروا کر ناک کان کٹوائے' سینہ چاک کرایا اور دل و جگر نکلوا کر کچا چبایا۔ فتح مکہ کے دن آپؐ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرتے وقت بھی آداب مجلس کے خلاف بعض باتوں میں بے باکی کا اظہار کیا مگر حضورؐ مسکرا دیئے اور اس کے اسلام لانے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔(۷)

اس طرح عکرمہ بن ابی جہل اسلام لانے سے قبل باپ کی طرح سخت ترین دشمن اسلام تھے۔ فتح مکہ کے دن خوف کے مارے بھاگ کر یمن چلے گئے مگر اس کی بیوی نے جو مسلمان ہو چکی تھی حضورؐ سے عکرمہ کے لئے امان طلب کیا اور عکرمہ جب دربارِ نبوت میں پہنچے تو حضورؐ نے فرطِ خوشی سے اس کی طرف ایسے دوڑے کہ چادر مبارک جسم اطہر سے کھسک کر گر پڑی(۸) بدلہ لینے میں خوف خداوندی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار آپؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے لوگوں کا بہت ھجوم تھا ایک شخص آکر حضورر پر منہ کے بل گر گیا دست مبارک میں پتلی سی لکڑی تھی آپؐ نے اس سے ٹھوکا دیا اتفاق سے لکڑی کا سرا اس کے منہ پر لگ گیا اور خراش آگئی فرمایا مجھ سے اپنا بدلہ لے لو اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے معاف کر دیا(۹)

علم و برداشت کی یہی تعلیم آپؐ نے امت کو دی چنانچہ فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے' پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے(۱۰)نیز حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو اپنا غصہ فرو کرے اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب ہٹا دیتے ہیں اور جو اپنی زبان کی حفاظت کرے اللہ اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرما دیتے ہیں(۱۱) نیز رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص حقدار ہونے کے باوجود جھگڑا کرنا چھوڑ دے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کے درمیان مین ایک محل بنا دیتے ہیں(۱۲)حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے آپؐ نے فرمایا غصہ مت کیا کر۔ اس نے کئی مرتبہ یہ بات کہی آپؐ نے ہر بار یہی جواب دیا کہ غصہ نہ کیا کر(۱۳)نیز رسول اللہؐ کا راشاد ہے تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوقات میں سے محبوب ترین وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے(۱۴)حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ اپنے غلام کو مار رہے تھے پیچھے سے آنحضرتؐ کی آواز آئی حضرت ابن مسعودؓ متوجہ ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جتنا قابو تم کو اس غلام پر ہے اس سے زیادہ خدا کو تم پر ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھ پر آنحضرتؐ کی نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ میں نے پھر کسی غلام کو نہیں مارا(۱۵) ایک شخص نے حضورؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! اپنے خادم کا قصور کتنا معاف کروں ؟ آپؐ خاموش رہے اس نے پھر پوچھا آپؐ نے فرمایا۔ روزانہ ستر مرتبہ۔ اس سے مراد تحدید نہیں بلکہ درگزر کی کثرت ہے(۱۶)بعض لوگوں کا

خیال ہے کہ اگر وہ بدلہ نہیں لیں گے تو ان کے رعب وو قار اور ادب میں فرق آجائے گا مگر آپؐ نے فرمایا جو شخص عفوودرگزر سے کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں (۱۷)

عام انسانوں کے بالمقابل یہود اسلام کے سخت ترین دشمن تھے ان سے اور دیگر کفار کے ساتھ حلم اور بردباری کے واقعات بھی آپؐ سے کثرت کے ساتھ منقول ہیں۔ ایک بار یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ السام علیکم یعنی تم پر موت ہو۔ حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں اور انہوں نے جواب میں کہا وعلیکم السام واللعنه یعنی تم پر موت اور لعنت ہو۔ رسول اللہؐ نے سنا تو فرمایا کہ عائشہ! ٹھہر جاؤ خدا تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے (۱۸) حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کافر تھیں جہالت کی وجہ سے آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی کرتی۔ ابوہریرہؓ نے خدمت اقدس میں عرض کی تو بجائے بد عادینے کے آپؐ کے دست مبارک ہدایت کی دعا کے لئے اٹھ گئے (۱۹) ایک دفعہ ایک یہودی کا جنازہ گزر رہا تھا جنازہ آپؐ کے سامنے آیا تو آپؐ احترام آدمیت کی خاطر کھڑے ہو گئے (۲۰) ایک یہودی لڑکا آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضری دیا کرتا تھا ایک دفعہ وہ کئی روز تک نظر نہیں آیا آپؐ نے پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ بیمار ہے آپؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے (۲۱) نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن ابی الحمساء نے آپ سے کچھ معاملہ طلب کیا اور آپؐ کو بٹھا کر چلے گئے کہ حساب بے باق کر دیتے ہیں اتفاق سے وہ واپس آنا بھول گئے تین دن بعد وہاں سے گزر ہوا تو آپ اسی جگہ تشریف رکھتے تھے آپؐ نے فرمایا کہ میں تین دن سے تمہارے انتظار میں یہاں بیٹھا ہوں (۲۲)

یہ اسلام ہی کا ظرف ہے کہ اس نے مسلم کافر اور مشرک تمام انسانوں کے ساتھ بلا امتیاز اچھا سلوک روا رکھنے کی تاکید کی ہے اور صراحت کی ہے لا یرحمه الله من الا یرحم الناس. یہاں مسلمین نہیں فرمایا بلکہ الناس کہہ کر تمام انسانیت کو اس میں شامل کر دیا۔

چنانچہ آج انسانیت اگر رسول اکرمؐ کے اسوہ واخلاق کو نمونہ بنا کر اس کے مطابق عمل کریں تو دنیا سے ساری اخلاقی برائیاں اور جھگڑے دور ہو سکتے ہیں اور عدم برداشت کا رجحان ختم ہو کر تحمل و برداشت کے جذبات پر مبنی معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ انجیل متی ۵: ۲۹
۲۔ سورۃ القلم آیت ۴
(۳) سورۃ الاحزاب آیت ۲۱
۴۔ الذہبی محمد بن احمد شمس الدین: السیرۃ النبویۃ طبع ریاض ک ص ۳۲۰
۵۔ صفی الرحمان مبارکپوری: الرحیق المختوم ص ۵۵۱
۶۔ ابن کثیر: البدایہ والنہایۃ ج ۴ ص ۱۸/ البخاری: الجامع الصحیح ج ۲ ص ۵۸۳
۷۔ ابن کثیر: السیرہ النبویہ طبع القاہرۃ ج ۳ ص ۶۰۳/ الرحیق المختوم ص ۵۵۶
۸۔ محمد یوسف الکاندھلوی، حیاۃ الصحابہؓ ج ۱ ص ۱۵۶
۹۔ ابو داؤد الامام: سنن ابی داؤد طبع ملتان ج ۲ ص ۲۷۶
۱۰۔ مسلم بن حجاج: الجامع الصحیح کتاب البر باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب
۱۱۔ الطبرانی فی الاوسط
۱۲۔ ترمذی: جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ
۱۳۔ بخاری: الجامع الصحیح کتاب البر والصلۃ
۱۴۔ بیہقی، شعب الایمان
۱۵۔ ترمذی ابواب البر والصلہ باب ماجاء فی ادب الخادم
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ ترمذی ابواب البر والصلہ باب ماجاء فی التواضع
۱۸۔ بخاری کتاب الادب باب الرفق فی الامر کلہ
۱۹۔ السیوطی الخصائص الکبریٰ طبع بیروت ج ۲ ص ۱۲۹
۲۰۔ بخاری ج ۱ ص ۱۷۵
۲۱۔ ایضاً ج ۱ ص ۱۸۱
۲۲۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی ج ۲ ص ۲۰۸